

قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

ترتیب و تحریر

شیخ الحدیث علامہ ابو محمد بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ



استاذ التفسير والحديث العلامة ابو محمد بدیع الدین الراشدی حفظہ اللہ تعالیٰ کا



فتاویٰ آن خوانی کی شرعی حیثیت

ترتیب و تحریر

بشیر احمد بن خوشی محمد
طالب جامعہ ابی بکر الاسلامیہ، کراچی



نام کتاب : قرآن خوانی کی شرعی حیثیت
مولف : فضیلۃ الشیخ علامہ بدیع الدین شاہ الراشدی (رحمۃ اللہ علیہ)
صفحات : ۲۷
ناشر : ادارہ صوت الاسلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ
بَعْدَهُ وَ عَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ
إِلَى يَوْمِ الدِّينِ - آمَنَّا بَعْدُ :

وقت حاضر میں ہمارا معاشرہ جن برائیوں میں ملوث ہے۔ ان میں سب سے
بڑی بُرائی دین سے ناواقفیت ہے اور اسی ناواقفیت کی وجہ سے دین حنیف
میں ایسی چیزیں داخل کر لی جاتی ہیں جن کا قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہیں
پایا جاتا۔ ان پر اس طرح عمل کیا جاتا ہے جس طرح فرائض و واجبات پر عمل کرنا چاہیے
اور ایسی نئی ایجاد شدہ چیزوں کو دین کا حصہ تصور کیا جاتا ہے اور جن افعال کے
کرنے کا صاف صاف حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں موجود ہے۔ ان کو نوافل کے درجہ سے بھی کم اہمیت دی جاتی ہے بلکہ علی
زندگی میں تو بیزاری ہی نظر آتی ہے۔ دنیا پرست علمائے ایسے نئے ایجاد کردہ
افعال کعام لوگوں کے سامنے اس رنگ میں پیش کیے ہیں کہ عامۃ الناس نے
تو ان کاموں کو تھوڑا دینا دین سے ہاتھ دھو بیٹھنا سمجھ لیا ہے اور ایسے افعال
کی خاطر ہر طرح کی مالی اور جانی قربانی پیش کرنے کو تیار ہیں۔ اور اگر جان بھی جٹے
تو اسے شہادت سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

اس دور میں قرآن خوانی کے ذریعے مردوں کو ثواب پہنچانے کا علاج
عام ہو گیا ہے اور اس کے لیے بڑی بڑی مجلسیں خصوصی اہتمام کے ساتھ

منعقد کی جاتی ہیں۔ ان مجلسوں پر ہزاروں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں مجلس میں شمولیت کرنے والے عام لوگ اور بالخصوص پیشہ ور حضرات قرآن پاک پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں۔ یہ رسم اتنی عام ہوتی جا رہی ہے کہ ایک کاروبار کی شکل اختیار کر لی ہے۔ حتیٰ کہ اب ”میلاد خواں اور ختم خواں“ کی طرح قرآن خواں بھی ہر جگہ باسانی کر ایہ پر مل سکتے ہیں اور دوسرے مزدوروں کی طرح ان کی اجرت بھی کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ الغرض یہ فعل دین کے نام پر کاروبار کرنے والے ایک طبقہ کی روزی کا ذریعہ بن گیا ہے۔

ان حالات میں ایسے رسم و رواج اور بدعات کو روکنا آسان کام نہیں۔ لہٰذا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے آسان بنا دے۔

اس رسالے میں مختصر طور پر مروجہ قرآن خوانی سے متعلق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ اگر آپ بے جا تعصب سے بالاتر ہو کر سنجیدگی سے اس کا مطالعہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ حق و ضلالت کا فرق واضح نظر آجائے گا۔

قرآن خوانی کی شرعی حیثیت کے بارے میں یہ مختصر رسالہ آپ کی خدمت میں پیش ہے جس کو حضرت العلامة فیصلۃ الاستاد السید ابو محمد بدیع الدین الراشدی الملکی تقیل اللہ حسنا نے ۱۹۶۶ء میں تحریر فرمایا تھا۔ لیکن چند وجوہات کی بنا پر پھپھ کر عام لوگوں کے سامنے نہ آسکا۔ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کے استاذ الشیخ شبیر احمد نورانی نے حضرت العلامة سے کسی علمی مضمون کی درخواست کی۔ تاکہ وہ چھپا جاسکے۔ تو علامہ ابو محمد الراشدی حفظہ اللہ نے علمی مضامین سے مالا مال ایک بڑی کا پی عنایت فرمائی۔ جس میں سے استاد محترم نے اس مضمون کا انتخاب کیا۔ ”قرآن خوانی کے ذریعے میت کو ایسا ثواب“

۴

اور اب یہ مضمون کتابی شکل میں آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔
 زیر نظر مضمون کی تسوید و ترتیب کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی۔
 البتہ عربی عبارتوں کا ترجمہ، ترتیب و تہذیب ففیلة الاستاد شبیر احمد نوری
 کی مدد سے کیا گیا۔ جبکہ اکثر حواشی حضرت العلامة کے مضمون کو ترتیب دینے
 سے ہی تیار ہو گئے۔

آخر میں قارئین کرام سے التماس ہے کہ حضرت العلامة ابو محمد الراشدی
 اور محترم استاد شبیر احمد نوری کی صحت و عافیت کی دعا کریں اور بندہ خاکسار
 اور میرے والدین کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں اور تمام مسلمانوں
 کے حق میں بدایت و مغفرت کی دعا کریں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعا گو اور محتاج دعا

بشیر احمد بن خوشی محمد

متعلم جامعہ انجی بکرا الاسلامیہ

حررتی - ۳۰ جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ

الموافق ۱۲ مارچ ۱۹۸۶ء بروز بدھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ. وَاشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَاشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ أَحْسَنَ الْخَبَرِ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَإِنْ كُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٍ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ أَمَّا بَعْدُ :

انسان کی اس دنیا میں آمد و رفت ایک فطری نظام ہے جس کے تحت جو بھی اس دنیا میں آگیا ہے اس کو ضرور یہاں سے جانا ہے۔ لہذا جس طرح یہاں آنے والے (نومولود) سے متعلق شریعت اسلامیہ نے چند احکام و آداب دیئے ہیں اسی طرح دنیا سے کوچ کرنے والے کے بارے میں بھی شریعت اسلامیہ نے چند احکام و آداب عطا کیے ہیں۔ تاکہ مومن و مسلم کا ہر لحظہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و اطاعت میں گزرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چوں و چرا اطاعت ہی دنیا میں حقیقی سکون اور آخرت میں نجات کی ضمانت ہے لیکن بعض لوگ نادانی یا جوہش جذبات میں ایسے کام شروع کر دیتے ہیں جو درحقیقت مطلوب و محمود نہیں

ہوتے۔ ایسے کاموں میں سے ایک کام ”مروجہ قرآن خوانی“ ہے۔ یوں تو اس موضوع کے متعدد پہلو تحقیق طلب ہیں لیکن زیر نظر مضمون میں صرف ایک پہلو پر بحث کی گئی ہے اور وہ ہے آیا ”ایصال ثواب کی خاطر قرآن خوانی“ قرآن حدیث سے ثابت ہے یا کہ نہیں؟ بس اس موضوع کو ہم نے قرآن و حدیث سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور حسب ضرورت مفسرین و محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی علمی اور مایہ ناز و ضنا جتیں بھی بطور شہادت پیش کی ہیں کیونکہ ہر فن کی صحیح تعبیر و تفسیر کرنے کا حق صرف اصحاب فن کو ہوتا ہے۔ نا تجربہ کار اور نادان لوگوں کی باتیں کسی معقول دنیا میں حجت و سند نہیں مانی جاتیں چنانچہ ہماری تحقیق و مطالعہ کے لحاظ سے میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کرنا نہ قرآن مجید سے ثابت ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ ہی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں پائی گئی ہے اور نہ ہی کسی صحابی رسول رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ ذیل آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ۱۷

”وَأَنَّ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى“ ۱۸

”اور انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے

کوشش کی۔“

وَمِنْ هَذِهِ الْأَيَّةِ الْكَرِيمَةِ اسْتَنْبَطَ الشَّافِعِيُّ رَجَمَهُ اللَّهُ وَمَنْ

تَبِعَهُ أَنَّ الْقِرَاءَةَ لَا يَصِلُ إِهْدَاءُ ثَوَابِهَا إِلَى الْمَوْتَى لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَمَلِهِمْ وَلَا كَسْبِهِمْ، وَلِهَذَا الْمُوَيَّدُ بِالْيَدِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّتُهُ وَلَا حَتْمُهُ عَلَيْهِ وَلَا أَرْشَدُهُمْ إِلَيْهِ بِنَصٍّ وَلَا إِيْبَاءٍ. وَلَمْ يُنْقَلْ ذَلِكَ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَلَوْ كَانَ خَيْرًا لَسَبَقُونَا إِلَيْهِ وَبَابُ الْقُرْبَلِ يُقْتَصَرُ فِيهِ عَلَى النُّصُوصِ وَلَا يُتَصَدَّقُ فِيهِ بِأَنْوَاعِ الْأُيُسَةِ وَالْأَرَاءِ. فَأَمَّا الدُّعَاءُ وَالصَّدَقَةُ فَذَلِكَ مُجْمَعٌ عَلَى وَصُولِهَا وَمَنْصُوصٌ مِنَ الشَّارِعِ عَلَيْهَا وَأَمَّا الْحَدِيثُ الَّذِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ -

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ مِنْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ. أَوْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ مِنْ بَعْدِهِ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ. هـ

فَهَذِهِ الثَّلَاثَةُ فِي الْحَقِيقَةِ مِنْ سَعْيِهِ وَكَدِّهِ وَعَمَلِهِ، كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ: إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ، وَإِنْ وَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ، وَالصَّدَقَةُ الْجَارِيَةُ كَالْوَقْفِ وَنَحْوِهِ هِيَ مِنْ أَثَارِ عَمَلِهِ وَوَقْفِهِ. وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: **إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ** هـ

وَالْعِلْمُ الَّذِي تَشْرَكَ فِي النَّاسِ فَأَقْتَدَى بِهِ النَّاسُ بَعْدَهُ
هُوَ أَيْضًا مِنْ سَعْيِهِ وَعَمَلِهِ وَتَبَتَ فِي الصَّحِيحِ: مَنْ دَعَا إِلَى
هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ
ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا۔

» امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اتباع کرنے والوں نے اس آیت
کو ہمیشہ سے یہ مسئلہ استنباط فرمایا ہے کہ قرأتِ قرآن کا ثواب فوت شدگان کو
ہدیہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ وہ ان کی محنت و کوشش کا نتیجہ نہیں ہے
اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مستحب قرار نہیں دیا اور
نہ صحابہ کو کسی ظاہری حکم یا اشارے سے اس کی طرف رہنمائی کی ہے اور یہ
طریقہ کسی صحابی سے بھی منقول نہیں۔ اگر اس میں کوئی نیکی ہوتی تو وہ ضرور ہم
سے پیش قدمی کرتے اور نیک کاموں سے متعلق صرف شرعی احکام و کتاب
اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کسی کے ذاتی
فتوے اور قیاس یا رائے سے اس میں حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

البتہ دعا و صدقہ کا ثواب پہنچنے پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ شارع صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف سے واضح ارشاد موجود ہے:

» حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

» جب انسان اس دنیا سے رحلت ہو جاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ
اس کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے۔

(۱) نیک اولاد جو میت کے لیے دعا کرے۔

(۲) اس کے بعد جاری رہنے والا صدقہ۔

(۳) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کریں۔

یہ تینوں چیزیں درحقیقت اس کی اپنی محنت و کوشش کا نتیجہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان کے لیے سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اس نے اپنی محنت سے کمایا ہو اور اس کا بیٹا بھی اس کی کمائی کا حصہ ہے اور صدقہ جاریہ بھی وقف کی طرح ہے اور وقف اس کے کام اور محنت کے باقی ماندہ نشانیاں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”ہم یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔ جو کچھ افعال انہوں نے کیے

ہیں۔ اور جو آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں وہ سب لکھتے جا رہے ہیں۔“

اور وہ علم جو اس نے لوگوں میں پھیلا یا پھر لوگوں نے اس کے بعد بھی اس کی پیروی کی۔ یہ عمل بھی اس کی اپنی محنت و کوشش کا نتیجہ ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے:

”جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی اس کے لیے بھی اتنا ہی اجر ہے

جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا اور ان کے اپنے عمل میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔“

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔

قرآن خوانی کا ثبوت نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً ملتا ہے اور نہ اشارۃً، نہ آپ نے خود ایسا عمل کیا اور نہ امت کو ایسا کرنے کی تعلیم دی اور نہ اشارہ فرمایا۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بات بیان فرمائی ہے۔^۱ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کئی انبیاء علیہم السلام واول اللہ فوت ہو چکے تھے۔ آپ کی زندگی میں کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فوت ہوئے۔ حتیٰ کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ

”حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش بھی خوش ہوا۔“^۲ اور آپ کے کئی قریبی رشتہ دار اور پیارے دوست آپ کی موجودگی میں فوت ہوئے اور بعض شہید بھی ہوئے۔ مثلاً آپ کے محترم چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب رضاعی بھائی (دودھ شریک بھائی) عثمان بن مظعون وایمن والہ سلمہ ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجہ، زینب بنت خزمیہ، آپ کی ساس ام رومان زوجہ ابی بکر الصدیق رضی اللہ

^۱ کتاب الروح ص ۱۱۱، مجمع البحاری کتاب مناقب الانصار۔

باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب بن فضال سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔
^۲ احقر کے سنی خوش ہونے کے ہیں۔ کیونکہ صالح روح سے عرش کو خوشی ہونی چاہیے
 مذکورہ غلطی۔ اس لیے اہتر کا معنی کا پنا کرنا مناسب نہیں۔ مزید وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل حوالوں کو دیکھ لیجئے۔

قال الفخر بن شلیل وھو امام اہل اللغة اھقر فرج ذکرہ الذہبی فی صیر الاعلام النبلاء جلد ۱

ص ۲۱۱، لسان العرب جلد ۵ ص ۴۲۴، والنبایۃ فی غریب الحدیث لابن الامیر حلبہ ۵

ص ۲۶۲، مجمع بحار الفہم جلد ۳ ص ۴۸۳ وغیرہ

عنه دوسری ساس زینب بنت مطلقون والدہ حضرت حفصہ بنت عمر آپ کے
فرزندان قاسم، طیب، ابراہیم، بیٹیاں رقیہ، ام کلثوم، زینب، آپ کے نواسے
علی بن زینب عبداللہ بن رقیہ اور آپ کا منہ بولا بیٹا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم
اجملین یہ سب آپ کی زندگی میں رحلت فرما گئے۔ لیکن کسی ایک کے لیے بھی آپ
نے قرآن خوانی نہیں کی۔ اور نہ دوسروں کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح غزوات
میں کئی صحابہ شہید ہوئے۔ جن میں علامہ فقہاء زہاد و عباد سب تھے۔ مگر کسی کے
لیے بھی قرآن خوانی نہیں کی۔ اور نہ کرنے کی توجہ دلائی۔

پس جو عمل آپ کے زمانے میں نہ تھا۔ وہ آج شریعت میں کیسے داخل
ہو سکتا ہے؟ حالانکہ شریعت آپ پر مکمل ہو چکی ہے۔ قرآن حکیم میں حقیقت
واضح طور پر موجود ہے کہ:

”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ
رَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“

”آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا احسان تمام کر
دیا۔ اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔“

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
”هَذِهِ الْكُتُبُ نِعْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ حَيْثُ اكْمَلَ
تَعَالَى لِهَؤُلَاءِ دِينَهُمْ فَلَا يَحْتَاجُونَ إِلَى دِينٍ غَيْرِهِ وَلَا إِلَى نَبِيٍّ
غَيْرِ نَبِيِّهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَلِهَذَا جَعَلَهُ اللَّهُ
تَعَالَى خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ وَبَعَثَهُ إِلَى الْإِنْسِ وَالْجِنِّ فَلَا حِلَّ إِلَّا

مَا أَحَلَّهُ وَلَا حَرَامَ إِلَّا مَا حَرَّمَ وَلَا دِينَ إِلَّا مَا شَرَعَهُ
وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ طَلْحَةَ:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ: "الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ" هُوَ
الْإِسْلَامُ أَخْبَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ
أَنَّهُ قَدْ أَكْمَلَ لَهُمْ دِينَ الْإِيمَانِ فَلَا يَحْتَاجُونَ إِلَى زِيَادَةٍ أَبَدًا
قَدْ أَتَاهُ اللَّهُ فَلَا يَنْقُصُهُ أَبَدًا وَقَدْ رَضِيَهِ فَلَا يَسْخُطُهُ أَبَدًا.

”اللہ تعالیٰ کی اس امت پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ان
کے لیے ان کا دین مکمل کر دیا ہے۔ اب وہ کسی دوسرے دین کے محتاج نہیں ہیں
اور نہ کسی دوسرے نبی کے صلوات اللہ علیہم اجمعین اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور جن و انس کی طرف مبعوث فرمایا
اب جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال فرمادیا وہی حلال ہے۔ اس
کے علاوہ اور کوئی چیز حلال نہیں اور جس چیز کو آپ نے حرام قرار دیا وہی
حرام ہے اور جس کو آپ نے دین مقرر فرمایا وہی دین ہے اس کے علاوہ اور
کوئی چیز دین نہیں۔

اور علی بن طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ:
”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ سے مراد اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم اور مومنین کو بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا دین مکمل کر دیا ہے۔ چنانچہ
انہیں اس میں کبھی اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اللہ عز و جل
نے اسے پورا بھی کر دیا ہے۔ اب وہ اسے کبھی کم نہیں کریں گے۔ اللہ نے اسے
پسند بھی فرمایا ہے۔ اب وہ کبھی ناپسند نہیں فرمائیں گے۔“
امام مالک رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ:-

قَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَوَهَّذَ الْأَمْرُ
وَأَسْتَكْمَلَ فَإِنَّمَا يَنْبَغِي أَنْ يَتَّبَعَ أَثَارَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَلَا يَتَّبِعُ الرَّأْيَ فَإِنَّهُ مَتَى أُتِيَ الرَّأْيُ جَاءَ آخِرُ أَقْوَى
فِي الرَّأْيِ مِنْكَ فَأَتَّبَعْتَهُ فَأَنْتَ كُلَّمَا جَاءَ رَجُلٌ عَلَيْكَ اتَّبَعْتَهُ
أَرَى هَذَا إِلَّا يَتَوَلَّاهُ -

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس
وقت یہ دین ہر طرح سے مکمل ہو چکا تھا۔ بہتر صورت اب یہ ہے کہ صرف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی پیروی کی جائے اور رائے کی
پیروی نہ کی جائے۔ کیونکہ جب رائے کی پیروی شروع ہو جائے تو صورتحال
یہ پیدا ہو جائے گی کہ جب تمہاری رائے کے مقابلہ میں کسی اور کی طاقتور رائے
آجائے گی تو پھر تم اس کی پیروی کرو گے۔ چنانچہ جب بھی تجھ سے زیادہ مضبوط
آدمی آئے گا تو تم اس کی پیروی کرو گے۔ میرے خیال میں یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں
ہو سکتا۔“

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلائی کی سب باتیں بتا دیں تو اگر
یہ کام مامورین اللہ ہوتا یا اس میں ہمارے لیے کوئی بھلائی ہوتی تو آپ ضرور
بتا دیتے بلکہ اس کام کو جائز یا کار ثواب سمجھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر خیانت کا الزام لگانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مکمل شریعت
نہیں بتائی چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

فَمَنْ أَحْدَثَ فِي هَذِهِ الْأُمَمَةِ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا

فَقَدْ زَعَوْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَةَ
لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ:

«الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ
لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا» فَمَا كُمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِينًا فَلَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا
”جس نے اس امت میں نئی چیز ایجاد کی۔ جس کو سلف صالحین نے
نہیں کیا تو گویا کہ اس کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ)
ادائیگی رسالت میں خیانت کی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

”میں نے آج کے دن تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت
پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند فرمایا“ پس جو چیز اس دن
دین کا حصہ نہیں تھی وہ آج دین کیسے بن گئی؟“

امام ابن حزم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:-

”وَاتَّفَقُوا أَنَّهُ مَذْمُومَاتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ
انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَكَمَلَ الدِّينُ وَاسْتَقَرَّ دِرْأُهُ لَا يَحِلُّ لِإِحْدٍ أَنْ يَزِيدَ
شَيْئًا مِنْ رَأْيِهِ بِغَيْرِ اسْتِدْلَالٍ مِنْهُ وَلَا أَنْ يَنْقُصَ مِنْهُ شَيْئًا
وَلَا أَنْ يُبَدِّلَ شَيْئًا مَكَانَ شَيْءٍ وَلَا أَنْ يُحْدِثَ شَرِيعَةً وَأَنْ
مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ صَارَ كَافِرًا“

”اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وفات پائی ہے تو وحی بھی بند ہو گئی ہے، دین بھی مکمل ہو گیا ہے اور اس بات

پر بھی اتفاق ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اپنی رائے سے کچھ زیادہ کرے۔
 بغیر کسی شرعی استدلال کے۔ اور نہ ہی اس سے کچھ کم کر سکتا ہے اور نہ ہی
 ایک چیز کو دوسری چیز سے بدل سکتا ہے اور نہ ہی مندرجہ میں کوئی نئی
 چیز ایجاد کر سکتا ہے اور جو شخص یہ کام کرتا ہے وہ کفر کا ترکب ہوتا ہے۔
 اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ تبادلات اس لیے کی جاتی ہیں کہ کمیت کو ثواب پہنچے۔
 ثواب پہنچانا دین کا مسئلہ ہے اور جب یہ کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 زمانے میں دین نہ تھا۔ تو اب یہ دین کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسی چیزوں کو نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مردود فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“ ۱۷

”جس نے ہمارے دینی معاملے میں نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں
 ہے تو وہ مردود ہے (ناقابل قبول ہے)۔“

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ، ”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا
 فَهُوَ رَدٌّ“ ۱۸

وَفِي لَفْظِ أَبِي دَاوُدَ ”مَنْ صَنَعَ أَمْرًا عَلَى غَيْرِ أَمْرِنَا فَهُوَ
 رَدٌّ“ ۱۹

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے ”جس نے ایسا کام کیا جس کے متعلق

۱۷ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا صلح علی صلح جہنم لصلح مردود۔ صحیح مسلم کتاب

الافتقار باب نقص الاحکام الباطلۃ

۱۸ صحیح مسلم حوالہ سابقہ۔ ۱۹ سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب الزوم السنۃ

ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے ۱
اور ابوداؤد میں ہے کہ ”جس نے ہمارے حکم کے علاوہ کوئی اور کام کیا
تو وہ مردود ہے ۲“

اور جب یہ عل آپ کے عہد مبارک میں نہ تھا نہ حضور نے اس کا حکم
فرمایا نہ اس کی ترغیب دلائی۔ پھر اس کے مردود ہونے میں کیا شک ہے نیز
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ
ذیل خطبہ موجود ہے:

”أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ
هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا
وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ۚ“
در فی ذوا بیۃ:

وَرَأْيَاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ
وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ۚ“

”فرمایا! اما بعد؛ بلاشبہ سب سے بہتر بات اللہ کا کلام ہے اور بہترین
ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی ہے اور بدترین کام بدعت (دین میں
نئی بات ایجاد کرنا) ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اور دوسری روایت میں اس طرح فرمایا:
(دین میں) نئی باتوں سے بچتے رہیں۔ کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور

۱ صحیح مسلم کتاب الجمع باب تحفیف العلوة والخطبة۔

۲ سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ

ہر بدعت گمراہی ہے۔

پس دین میں ہر نیا نکلایا ہوا کام بدعت و ضلالت ہے۔
 بدعت کی تعریف اہل اصطلاح کے نزدیک یہ ہے تَمَالِ الشَّاطِئِیُّ؛
 طَرِيقَةُ فِي الدِّیْنِ مُخْتَرَعَةٌ تُضَاهِی السُّرْعِیَّةَ یُقْصَدُ
 بِالسُّلُوكِ عَلَیْهَا الْمَبَالِغَةُ فِي التَّعَبُّدِ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ۔
 وَهَذَا عَلٰی رَأٰی مَنْ لَا یَدْخُلُ الْعَادَاتِ فِي مَعْنٰی الْبِدْعَةِ
 وَإِنَّمَا یَخْصُهَا بِالْعِبَادَاتِ وَآمَّا عَلٰی رَأٰی مَنْ أَدْخَلَ الْأَعْمَالَ
 الْعَادِیَّةَ فِي مَعْنٰی الْبِدْعَةِ فَيَقُولُ:
 "الْبِدْعَةُ طَرِيقَةُ فِي الدِّیْنِ مُخْتَرَعَةٌ تُضَاهِی السُّرْعِیَّةَ
 یُقْصَدُ بِالسُّلُوكِ عَلَیْهَا مَا یُقْصَدُ بِالطَّرِيقَةِ السُّرْعِیَّةِ۔" ۱
 امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ:
 "دین میں ایسا نیا طریقہ ایجاد کرنا جو شرعی کاموں کے برابر ہو، اس پر
 عمل کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ کرنا ہو۔"
 یہ تعریف ان لوگوں کے نزدیک ہے جو عام کاموں کو بدعت میں شامل
 نہیں کرتے اور اسے صرف عبادت تک محدود رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ عام
 کاموں کو بھی بدعت میں شمار کرتے ہیں۔ وہ تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ:
 "بدعت دین میں ایسا طریقہ ہے جو شریعت میں ایجاد کیا گیا ہو۔ جو شرعی
 کاموں کے مانند ہو۔ اس پر عمل کرنے کا بھی وہی مقصد ہو جو شرعی احکام پر عمل
 کرنے کا مقصد ہوتا ہے۔"

اسی بناء پر حافظ ابن حجر بھی اس عمل کو مخترع بناتے ہیں۔
 ”هَذَا مُخْتَرَعٌ مِنْ مُتَأَخِّرِي الْقُرْآنِ لَا أُعِدَّتْ لَهُ سَلَفَةٌ“
 ”یہ بعد کے قراء کی ایجاد ہے۔ اس سے پہلے کسی کے بارے میں مجھے علم
 نہیں (اس کام کے بارے میں)“

یہ فعل صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ میں قطعاً
 موجود نہ تھا۔ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا سابقہ قول بھی اس پر دلیل ہے۔
 نیز ابن القيم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس انداز کی وضاحت فرمائی ہے کہ
 السید البحر جانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”الْبِدْعَةُ هِيَ الْأَمْرُ الْمُحَدَّثُ الَّذِي لَوْ يَكُنْ عَلَيْهِ
 الْمَصْحَابَةُ وَالْتَّابِعُونَ وَلَوْ يَكُنْ مِمَّا اقْتَضَاهُ الدَّلِيلُ الشَّرْعِيُّ“
 ”بدعت وہ نیا کام ہے جس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اور تابعین رحمہم اللہ
 نے عمل نہ کیا ہو اور نہ ہی وہ کسی شرعی دلیل کے تقاضے کے مطابق ہو۔“

اور علامہ الرشید الرضا رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ کہ
 ”فَعِلْمُهُ مِمَّا شَرَحْنَا أَنَّ كُلَّ مَا جَدَّتْ بِهِ الْعَادَةُ مِنْ
 قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْأَذْكَارِ وَاهْدَادِ ثَوَابِقِهَا إِلَى الْأَمْوَاطِ وَاسْتِجْمَاعِ
 الْقُرَّاءِ وَحَبْسِ الْأُرُقَافِ عَلَى ذَلِكَ بِدْعٌ غَيْرُ مَشْرُوعَةٍ وَ
 مِثْلُهَا مَا يُسَمُّونَهُ اسْقَاطُ الصَّلَاةِ وَلَوْ كَانَ لَهَا أَصْلٌ فِي الدِّينِ
 لَمَا جَعَلَهَا السَّلَفُ وَلَوْ عَلِمُوا هَذَا لَمَا أَهْمَلُوا الْعَمَلَ بِهَا وَلَيْسَ

هَذَا مِنْ تَبْيِيلِ مَا لَمْ يَكُنْ فِي جَوَازِهِ وَتَوَرُّعِهِ فِي كُلِّ زَمَانٍ مَنْ ذَمَّ
 اللَّهُ عَلَى بَعْضِ النَّاسِ بِمَا لَمْ يُؤْثَرُ عَنْ قَبْلِهِ مِنْ حِكْمِ الدِّينِ
 وَأَسْرَارِهِ وَالْفَهْمِ فِي كِتَابِهِ. كَمَا قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيُّ الْمُرْتَضَى
 كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْ يُؤْتِيَ اللَّهُ عَبْدًا فَهَمًّا فِي الدُّرَانِ بَلْ هُوَ
 مِنَ الْعِبَادِ أَيْنَ الْعَمَلِيَّةِ الَّتِي يَهْتَمُّ النَّاسُ بِأَمْرِهَا فِي كُلِّ زَمَانٍ وَلَوْ
 نَعَلَقْنَا الصَّحَابَةَ لَتَوَفَّرَتِ الدُّرَاغِي عَلَى نَقْلِهَا بِالتَّوَاتُرِ
 الْإِسْتِفَاضَةِ

”جن جو ہم نے وضاحت کی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ تو بھی قرآن
 پڑھ کر اور ذکر و فکر کر کے اس کا تو اب مُردوں کی طرف بھیجنے کی عادت بن گئی
 ہے اور اسی طرح پڑھنے والوں کو اجرت پر لانا اور اس مقصد کیلئے جائداد وقف کرنا
 بدعت ہے جس کی شریعت میں گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح نمازیں معاف کر
 دینے والا حکم ہے۔ اگر اس کام کی دین میں کوئی حقیقت ہوتی تو سلف صالحین
 (صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم) اس سے ناواقف نہ رہتے۔ اور جب اس
 کو جان لیتے تو عمل کے معاملہ میں کوتاہی نہ کرتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر زمانے میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ بعض حضرات
 کو اللہ تعالیٰ نے دین کی کچھ حکمتوں اور اسرار کی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ اور انہیں قرآن
 مجید میں ایسے نکات سمجھ آئے جو گزشتہ علماء سے منقول نہ تھے۔ جیسے حضرت
 علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قرآن
 کی سمجھ عطا فرمائے) بدعت اس میں شامل نہیں ہے بلکہ وہ تو ان علی عبادات سے
 تعلق رکھتی ہے جن کا لوگ ہر زمانے میں اہتمام کرتے ہیں۔ اگر صحابہ کرام نے یہ
 کام (قرآن خوانی) کیا ہوتا تو اس کے ہم تنک تو اس سے پہنچنے کے اسباب بھی

پلے جاتے“

اس عمل کے باطل و مردود ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ عہد نبوی
 (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نہ تھا۔ تاہم سب صحابہ کرام کا اس سے بے خبر ہونا صاف
 بتاتا ہے۔ کہ یہ ”مختصر و محدث فی الدین“ ہے۔ اگر شریعت کے اند اس کے
 متعلق ذرا سا بھی اشارہ ہوتا تو کسی نہ کسی صحابی سے قولاً یا عملاً اس کی بابت
 منقول ہوتا۔ حالانکہ نہ کسی صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن خوانی
 کی۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے کسی نے کی۔ چنانچہ خلافت
 صدیق رضی اللہ عنہ میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ تو یہ
 فعل نہ خلیفہ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا اور نہ خود حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اگر شرعی کام ہوتا یا اس سے ثواب پہنچنے کی
 امید ہوتی تو وہ اس کے سب سے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ
 عنہ آپ کے شوہر تھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی بھی تھے۔ اس
 طرح ان کے زمانہ میں کئی نیک لوگوں کی وفات ہوئی۔ مگر کسی کے لیے اس طرح
 ایصال ثواب نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ عمل تابعین میں مروج نہ اتباع تابعین میں حتیٰ کہ
 ”القرن المشہود لہا بالخیر“ میں سے کسی سے منقول نہیں ہے۔ بلکہ سلف قریہاں
 ہم عطا تھے، کہ الحافظ ابن و صناع اللاندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:
 قَالَ حَدَّثَنَا اسَدُ عَنِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ
 قَالَ كَانُوا يَجْتَبِعُونَ نَاثًا هُمُ الْحَسَنُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا سَعِيدٍ
 مَا تَرَى فِي مَجْلِسِنَا هَذَا قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ
 لَا يَطْعَمُونَ عَلَى أَحَدٍ نَحْتَبِعُ فِي بَيْتٍ هَذَا يَوْمًا وَفِي بَيْتٍ
 هَذَا يَوْمًا فَتَقَرَّرَ كِتَابُ اللَّهِ وَنَدُّوا رَبَّنَا وَنُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَدَّ عَوْلًا نَفْسِيًا دَرِ لَعَامَةً الْمُسْلِمِينَ قَالَ تَنْهَى
الْحَسَنُ عَنْ ذَلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ۔ ۱۷

حافظ ابن وضاح اندلسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت اسد نے
حدیث سنائی انہوں نے ربیع بن بیسح سے روایت کی۔ انہوں نے یونس
بن عبید رحمۃ اللہ علیہ سے سنی، انہوں نے فرمایا: کچھ لوگ جمع تھے۔ ان کے
پاس حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ ایک آدمی نے ان سے عرض کی
کہ: جناب ابوسعید صاحب! ہماری اس مجلس کے بارے میں آپ کا کیا خیال
ہے؟ (ہم) اہلسنت والجماعت میں سے کچھ افراد جو کسی پر تنقید نہیں کرتے، ایک
دن اس شخص کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور ایک دن اُس شخص کے ہاں جمع
ہوتے ہیں۔ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اپنے رب سے دعا کرتے ہیں۔
حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں۔ اپنے لیے بھی دعا کرتے
ہیں اور عام مسلمانوں کے لیے بھی، (اس پر) حضرت حسنؑ نے انہیں اس کام
سے سختی سے منع فرمایا۔

ایسے کام کو کارِ خیر کہنا یا اچھا کام سمجھنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ اگر کارِ خیر
ہوتا تو ضرور رسول اللہ علیہ وسلم ہم کو بتاتے کیونکہ آپ ہی قرآن کریم کے مفسر اور
بیان کرنے والے اور اس پر عمل کرتے اور کرانے والے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ
ہے کہ:-

”وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ هُوَ

۱۷ کتاب البدع والنہی عنہا ص ۱۱۱ باب ما یكون بدعة (دقلمی نسخ)۔

۱۷ سورۃ النحل۔ آیت ۴۴۔

» اور یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے۔ تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے۔
وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا
فِيهِ۔ ۱۷

» اور ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے کہ تم ان اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دو۔ جن میں یہ بڑے دٹے ہوئے ہیں۔
پس جو بھی قرآن کریم میں حکم آیا ہے۔ اس کا طریقہ آپ نے اچھی طرح بتا دیا۔ چنانچہ ۱۔

أَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (غنا زکوٰۃ کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (تم پر روزے فرض کر دیئے گئے) اَللّٰهُ عَلَى النَّاسِ حَكِيمٌ
الْبَيِّنَاتِ (لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ بیت اللہ کا حج کریں) اور ایسی دیگر آیات کا عملی طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح بیان کر دیا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَاتِلُوا الْكُفْرَ الْخَيْرَ (اور نیکی کے کام کی کریں) تو جو بھی خیر و بھلائی کا کام تھا وہ آپ نے کر کے بتا دیا۔ یا اس کی طرف اشارہ کر کے بتا دیا اور توجہ دلا دی۔ اگر مروجہ قرآن خوانی بھی خیر کا کام ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز بخل نہ فرماتے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن مجید نے شہادت دی ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۱۸ (اور وہ غیب کی باتیں بتانے میں بخل نہیں ہے)۔

اور خاص طور پر فرمایا۔

”وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ“ ۱۷

۱۷ اور ان کے حق میں دعائے رحمت فرمائیں کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہوگی۔

اور میت کے لیے دعا کے جو بھی طریقے تھے وہ سب آپ نے بتلا دیے۔ اگر یہ طریقہ بھی اللہ کے نزدیک مقبول ہوتا اور اس میں بھی میت کے لیے نفع ہوتا تو آپ ضرور بیان فرما دیتے۔ اور اس کو ہرگز نہ چھپاتے کیونکہ اہل بارے میں قرآنی وعید آپ کے پاس آچکی تھی کہ:

”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ“ ۱۸

۱۸ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے۔ وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق آپ نے ادا نہیں کیا۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

”وَسَنُزَعَوَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَقَدْ اعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْغُرْيَةَ وَاللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ“ ۱۹

۱۹ التوبہ آیت ۱۰۳ ۱۸ المائدہ آیت ۶۷

۱۹ صحیح مسلم کتاب الایمان باب معنی قول اللہ تعالیٰ نزلت من عند ربی وحل رأی لنبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ لیلۃ الاسراء۔

”جو آدمی یہ خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ میں سے کچھ حصہ چھپا لیا ہے تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا الزام لگایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے۔ وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا۔“

نیز اگر یہ نیکی کا کام ہوتا تو صحابہ کرام جو ہر نیکی میں سبقت لے جانے والے تھے۔ وہ ہرگز اس سے محروم نہ رہتے اور یہ بھی محال ہے کہ خیر و ہدائی کا کام ہم تو کر لیں۔ اور جو ابتدائی مسلمان تھے وہ اس سے محروم نہ رہیں۔

”حاشا وکلا“

حالانکہ وہ قرآن کریم سننے اور پڑھتے رہتے تھے جس میں یہ ہے کہ

فَاَسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (نیکی کے معاملہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو)

وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ وَارْجِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ وَارْجِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ

بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی بخشش کی خاطر)

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِّنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۚ

”اور ہم جانتے ہیں۔ جو تم میں سے پہلے گزرے۔ اور ہم جانتے ہیں پیچھے رہنے والوں کو۔“

امام شافعی نے اس کام کو غیر شرعی طریقہ قرار دیا ہے۔

یہی رائے ہے امام ابن القیمؒ، امام موفق الدین ابن قدامہؒ، امام شمس الدین

بن قدامہؒ، امام شوکانیؒ، امام خازنؒ، امام سیوطیؒ رحمہم اللہ کی۔
امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:
”امام شافعی اور امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے کہ اس طریقے سے
(قرآن خوانی) میت کو ثواب نہیں پہنچتا۔“

اسی طرح امام ابن المہائم حنفی اور ملا علی القاری اور شارح العقیدۃ الطحاویؒ
نے بھی نقل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک
میں جائز کہا ہے اور دوسری میں بدعت شمار کیا ہے۔ کتاب الفروع میں امام
ابن مفلح امام احمد کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

”يَذْعُهُ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ فِعْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِعْلُ
أَصْحَابِهِ فَعَلِمُوا أَنَّهُ مُحَدَّثٌ وَسَأَلَهُ عَبْدُ اللَّهِ الْأَعْمَى
رَبَّنَا يَحِيلُ مُصْحَفُنَا إِلَى الْبُقْعَةِ فَيُحَرِّقُهُ عَلَيْهِ
قَالَ يَذْعُهُ“۔

”یہ کام بدعت ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ بعد کی ایجاد ہے۔ عبد اللہ نے اپنے
والد امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا کہ ابا قرآن عید کو قبرستان میں لے جا
کر اسے آپ پر پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا: یہ تو بدعت ہے۔“
غصنہ کہ شیخ الاسلام بھی اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کا

۱۔ الشرح الکبیر جلد ۲ ص ۲۲۵، ش نیل الاوطار جلد ۴ ص ۹۹، ش کتاب التالی جلد ۲

۲۔ ش الاخیل ص ۲۲۰، ش کتاب الروح ص ۱۳۵، ش مفتاح القدر جلد ۲ ص ۳۰

۳۔ ش شرح الفقہ الاکبر ص ۱۳، ش شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۱۳۹، ش تفسیر المنار جلد ۲ ص ۲۶

”لاینبغی“ مناسب نہیں کہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ نہ کرنا ہی افضل ہے اور ہمارے لیے اتنی اس کی شہادت کافی ہے کہ یہ عمل سلف میں نہیں تھا۔ اور امام ترمذی اہل العلم کا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”يَقُولُونَ لَيْسَ شَيْءٌ يَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ إِلَّا الصَّدَقَةُ“

وَالذُّعَاءُ ۝

» اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ ”صدقہ اور دعا کے علاوہ میت کو کسی چیز کا ثواب نہیں پہنچتا۔“

پس یہ بات واضح ہو گئی کہ محدثین اور ائمہ دین کا یہی مسلک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اختلاف کی صحت میں یہی حکم دیا ہے کہ:

”رَهَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكِّمْنَا إِلَى اللَّهِ“

اور جس کسی بات میں بھی تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے۔“

قَالَ ابْنُ الْحَوْزِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى ”أَيُّ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا“
”یعنی دنیوی معاملے میں۔“

وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ ”وَأُمُورُ التَّشْرِيعِ إِنَّمَا تُتَلَفَى مِنْ بَيِّنَاتِ اللَّهِ“

”شرعی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی وضاحت قبول کی جائے گی۔“
وَقَالَ النَّسَفِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى،

۱۔ سنن الترمذی کتاب الزکوٰۃ باب الصدقة عن الميت، ۳۵۱، الثوری آیت ۱۰

۲۔ زاد المسیر جلد ۲، ص ۲۰۰، ۳۵۱ احکام القرآن للقرطبی جلد ۶، ص ۳۵

”أَيُّ حُكْمٍ ذَلِكَ الْمُخْتَلَفُ فِيهِ مَقْفُوضٌ إِلَى اللَّهِ“ ۱
 ”یعنی اس عتلاف نہ معاملے کا حکم اللہ کے سپرد ہے“

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ۲
 ”أَيُّ مَهْمًا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنَ الْأُمُورِ. وَهَذَا عَامٌّ
 فِي جَمِيعِ الْأَشْيَاءِ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ أَيْ هُوَ الْحَاكِمُ فِيهِ
 بِكِتَابِهِ وَسُنَّتِهِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“

”یعنی نزاع متبارا جس معاملہ میں بھی اختلاف ہو جائے یہ حکم تمام اشیاء
 میں عام ہے کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ یعنی وہ اپنی کتاب
 میں یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس کا فیصلہ فرمائے گا۔
 امام شوکانی کی بھی یہی رائے ہے انیز فرمایا کہ:

”فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ۝
 ”اگر متبارے درمیان کسی بات پر نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ اور
 اس کے رسول کی طرف یٹا دو۔“

یہاں بالاتفاق قرآن وحدیث کی طرف رجوع مراہ ہے۔
 امام ابن القیم رحمۃ اللہ تعالیٰ اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے
 ہیں کہ ۳۔

”هَذَا أَمْرٌ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ تَنَازَعَ النَّاسُ

۱۔ المدارک جلد ۲ ص ۱۰۱ ، ۲۔ تفسیر القرآن العظیم جلد ۲ ص ۱۰۱

۳۔ فتح القدیر جلد ۲ ص ۵۰۵ ، ۴۔ النہار آیت ۵۹

۵۔ اعلام الموقنین جلد ۱ ص ۱۰۱ ، ۶۔ تفسیر القرآن العظیم جلد ۱ ص ۱۰۱

رَفِيَهُ مِنَ اَصْوَالِ الَّذِينَ ذُرُّوْهُ اَنْ يُرَدَّ التَّنَازُعُ فِي ذَلِكَ اِلَى الْكِتَابِ
وَالسُّنَّةِ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى (وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ
اِلَى اللهِ) فَمَا حُكْمُ بَعْضِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَشَهِدَ لَهُ بِالصِّحَّةِ هُوَ
الْحَقُّ وَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ وَلِهَذَا اَقَالَ: رَاْنُ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَمْ يَرُدُّوْا خُصْمٰتِ الْاٰيَةِ اِلَآ اَنْ
اِلَى كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ. فَتَحَا كُنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْهَا شَجَرَ بَيْنَكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ كَذَلِ عَلَى اَنْ مَنْ لَمْ
يَتَحَا كُنْ فِيْ مَحَلِّ الشَّرَاحِ اِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَلَا يَرْجِعُ اِلَيْهِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ قَلِيْلٌ مِّمَّنْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ.

”یہ اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ لوگ جس کسی چیز میں آپس میں اختلاف
کریں۔ خواہ اختلافات اصول دین سے متعلق ہوں یا فروع دین سے۔ اس
اختلاف کے فیصلے کے لیے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔ جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔“

”تمہارا جس چیز میں اختلاف ہو جائے اس کا حکم اللہ کی طرف ہے۔“ اور
جو فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کر دے۔ صرف
دی حق ہے اور حق کے علاوہ جو کچھ ہے صرف گمراہی ہی ہے اس لیے اللہ
تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

”اگر واقعی تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یعنی اختلاف
اور نادانی کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
تلاش کرو۔ پھر ان دونوں سے اس کا فیصلہ کراؤ۔ اگر واقعی تم اللہ اور آخرت
کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جو

آدمی اختلاف کے موقع پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے فیصلہ نہیں کروانا اور نہ ہی اس معاملہ میں ان کی طرف رجوع کرتا ہے۔ گویا کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔

اب اس فیصلے کے لیے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں چنانچہ قرآن کریم نے یہ خبر دی ہے کہ دین کامل ہے اور حدیث شریف نے یہ خبر دی ہے کہ کوئی نئی چیز دین میں داخل نہیں ہو سکتی۔ پس فیصلہ کی صورت بھی یہی ہوگی کہ جو لوگ یہ کام کرتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث سے ثبوت پیش کریں۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی ایسا ثبوت موجود نہیں لہذا حق پر صرف وہی ہیں جو اس کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اس فعل کا انکار کرنے والے ہیں۔

”فَمَا ذَا بَعَا الْحَقُّ إِلَّا الضَّلَالُ“ ۱

”حق کے بعد مگر ابی کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے۔“

لہذا اقوال پر قناعت کرنا ہمارا مذہب نہیں ہے بلکہ ہم مامور ہیں کہ ہر اختلاف کے وقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی بات کو نہ لیں۔

چنانچہ (اصحاب القول) میں سے کوئی بھی دوسرے کی بنسبت اتباع کا زیادہ مستحق نہیں ہے۔“

بلکہ اصل یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں۔

(۱) صدقہ اور دعا کا بھیجنا شرعی دلیل سے ثابت ہے جبکہ ”قرآن خوانی“ کے بارے میں نصوص کے اندر کوئی اشارہ تک نہیں۔ پس اس مسئلہ میں ایسے اقوال پیش کرنا قیاس ہے نہ کہ استدلال ہے اور محدثین کے نزدیک قیاس شرعی دلیل نہیں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کتاب الاعتصام میں متعدد ابواب قیاس کے رد میں تحریر فرمائے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے کتاب الاحکام اور النہج لابن حزم اور ارشاد الفحول لاشوکانی وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔
(۲) یہ ایک اعتقادی مسئلہ ہے اور قیاس ظن ہے۔ جس سے اعتقاد پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔

(۳) یہ قیاس نصوص کے خلاف ہے۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور ایسا قیاس بالاجماع باطل ہے۔

(۴) یہ قیاس مع الفارق ہے۔ دعا مانگنے والے کا کام مخصوص میت کے حق میں دعا کرنا ہے نہ کہ اس دعا کا تواب میت کو ارسال کرنا ہے۔ اسی طرح صدقہ بھی عام نہیں۔ بلکہ جو کچھ احادیث میں مذکور ہے۔ وہ صدقہ اس میت کی طرف سے کیا جاتا ہے نہ کہ خود اپنی طرف سے صدقہ کرے۔ پھر اس کا تواب میت کی روح کو بخشا ہے۔ واضح رہے کہ قیاس مع الفارق سب کے نزدیک ناقابل قبول ہے۔

(۵) نامکین قیاس ہر اس مسئلہ میں قیاس کرتے ہیں جو کہ شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو۔ جبکہ یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ سب مسائل قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔

بَیِّنَاتٍ لِّکُلِّ شَیْءٍ لِّہٖ بُرْہَانٌ مِّنْ صَافٍ وَضَاحٍ (کریمانی)

قرآن و حدیث سے ثابت ہے لہذا قیاس کی ضرورت نہیں رہی۔
جن کاموں کے کرنے پر ثواب یا چھوڑنے پر گنہ لازم آتا ہو ان کا قرآن و
حدیث سے ثبوت ملنا ضروری ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں کوئی نص نہیں اور نہ
ہی کوئی ثبوت ہے لہذا یہ ناقابل قبول ہے۔

اس کا ثابت نہ ہونا ہی اس کے ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے۔

ثَنِّ اَدْعٰی خِلَافَ ذٰلِكَ فَعَلِمْنَا الْبَيَانَ بِالْبُرْهَانِ

ایسے اعمال میں قیاس و آراء کا تصرف نہیں چل سکتا۔ لہذا صدقہ
یا دعا پر اس کو قیاس کرنا ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ یہاں نص کی ضرورت ہے اور
وہ موجود نہیں ہے۔

اس فعل کو مندوب یا مستحب کہنا بھی تشریح (نئی شریعت
بنانا) ہے کیونکہ مستحب کی تعریف یہ ہے۔ امام الحرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں کہ:-

الْمُسْتَحَبُّ اسْمٌ لِمَا شَرَعَ فِيْ يَادَةِ عَلَى الْفَرْضِ
وَالْوَجِبَاتِ وَفِي الْقَوْلِ الْمُسْتَحَبُّ مَا رَغِبَ فِيْهِ الشَّارِعُ
وَلَوْ يُوْجِبُهُ.

”مستحب شریعت کے اس کام کو کہتے ہیں جو فرض اور واجب سے زیادہ
ہو اور دوسری رائے یہ ہے کہ مستحب سے مراد وہ کام ہیں جن کی شارع صلی اللہ
علیہ وسلم نے ترغیب دلائی ہو اور ان کو واجب قرار نہ دیا ہو۔
اور امام ابن حزم رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:-

”وَالْعَدْبُ أَمْرٌ يَخِيرُ فِي التَّرَكُّ إِلَّا أَنْ تَاعِلَهُ
مَنْ جُورٌ“

”ستمب وہ کام ہے جس کے چھوڑنے کی تو اجابت ہو لیکن کرنے والے
کو ثواب بھی ملے“

اور کسی چیز کا ثواب بنانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام ہے۔ نہ کسی
دوسرے کلمہ آپ کا عمل ہی موجب ثواب ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد
باری تعالیٰ ہے:

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ“

”در حقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک
بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کا امیدوار
ہے“

اور جو بھی ثواب کے کام تھے وہ سب آپ نے قولاً یا فعلاً تفصیل سے
بتا دیئے۔ پس جب ایسے کام کیے ثبوت نہیں ہے اب کسی کو حق نہیں کہ
اس کو مرغوب یا موجب ثواب سمجھے۔ ایسا کرنا شریعت بنانا ہے اور نبی کے
علاوہ کسی اور کے کہنے یا اس کے عمل کو مستحب یا کار ثواب کہنا مندرجہ ذیل
آیت کریمہ کی زد میں آتا ہے:

”أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمُ الْهُوْمَ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ
يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ“

”کیا ان لوگوں نے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کو دین کا وہ راستہ بتاتے ہیں جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا“

- ہر ایک کو اپنا ہی عمل کام آئے گا۔ لہذا قرآن مجید پڑھ کر ثواب بخشنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسئلہ ایصالِ ثواب میں دراصل بعضوں نے افراط کیا اور بعضوں نے تفریط۔ چنانچہ معتزلہ نے بالکل ہی انکار کر دیا۔ کہ کسی چیز کا بھی ثواب نہیں پہنچتا اسی طرح خوارج کے ایک فرقہ ”الاعنیتہ“ کا بھی کہنا ہے۔ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں یہی رائے نقل کی ہے۔ سلیم وہ اس کے برعکس اہلِ رائے نے تو یہ فیصلہ دیا ہے کہ ہر چیز کا ثواب پہنچ جاتا ہے اور سب جائز ہے۔ اول الذکر گروہ نے صرف ان دلائل کو کیا جن سے ثواب پہنچنے کی نفی ہوتی ہے اور ایسے دلائل پر غور نہیں کیا جن سے وصولِ ثواب ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ :-

”أَفْتَوْهُمُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ

بِبَعْضٍ“ ۱۷

”کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصے سے انکار کرتے ہو؟“

اس خطاب کے تحت آتے ہیں۔ اسی طرح اہلِ الرأی نے صرف چند ایسے دلائل جن میں بعض اشیاء کے ثواب پہنچنے کا ذکر ہے۔ ان کو دیکھ کر عام دروازہ کھول دیا ہے اور ایسے دلائل کا لحاظ نہیں کیا جن سے مانع ثابت ہوتی ہے۔

۳۴

بلکہ ان کی بیکار تاویلات کہیں جبکہ سب دلائل رماننا اور سب پر عمل کرنا ہی صحیح اور حق مذہب ہے۔ اب ہم ابتداء میں وہ دلائل پیش کرتے ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک کو اپنا ہی عمل نفع دے گا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى. وَأَنْ سَعَيْهِ

سَوْفَ يُدْرَى. تُخْرِجُ رُحْمَهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى“۔ ۱

”اور نہیں واسطے انسان کے مگر جو اس نے سعی کی اور عنقریب ان کی سعی دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“

یہ آیت اس باب میں نص ہے کہ کسی کو بھی دوسرے کا عمل فائدہ نہ دے گا۔ صرف اس کا اپنا عمل جو اس کی اپنی کوشش ہے وہی کام آئے گا۔
امام ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

”يَقُولُ جَلَّ ثَنَاءُهُ: أَدْرَكُ يُدَبِّبُ أَنَّهُ لَا يُجَازِي عَامِلٌ

إِلَّا بِعَمَلِهِ خَلِئًا كَانَ أَوْ شَرًّا“۔

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آیا اس آدمی کو نہیں بتایا گیا تھا کہ ہر کارکن کو

اس کے اپنے ہی کام کا بدلہ ملے گا خواہ اچھا کرے یا بُرا کرے؟“

اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”أَمَّا كَمَا لَا يُحْمَلُ عَلَيْهِ وَذُرُّ غَيْرِهِ كَذَلِكَ

لَا يُحْصَلُ مِنَ الْأَجْرِ إِلَّا مَا كَسَبَ هُوَ لِنَفْسِهِ“۔

۱۔ حدیث النجم۔ آیت ۲۸-۴۱ -

۲۔ تفسیر طبری جلد ۲۸ ص ۴۴ ۳۔ ابن کثیر۔ جلد ۴ ص ۲۵۵

” جس طرح وہ کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ اسی طرح وہ اپنی محنت کے علاوہ کوئی اجر بھی نہیں پاتا۔“
اور امام القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:-
”وَقَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ التَّأْوِيلِ هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَا يَنْفَعُ أَحَدًا عَمَلُ أَحَدٍ وَاجْتَمَعُوا عَلَى أَنَّهُ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ عَلَيْهِ“

” اکثر اہل علم کہتے ہیں یہ آیت محکم ہے (منسوخ نہیں) کسی کے کام کرنے سے دوسرے کو فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کوئی کسی دوسرے کی طرف سے نماز ادا نہیں کر سکتا۔

امام حلال الدین المحلی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-
”أَيُّ أَنَّهُ لَا تُحْمَلُ نَفْسٌ ذَنْبَ غَيْرِهَا وَ”أَنْ“
أَيُّ أَنَّهُ لَيْسَ لِلنَّاسِ إِلَّا مَا سَعَى مِنْ خَيْرٍ فَلَيْسَ لَهُمْ سَعْيٌ غَيْرُهُ الْخَيْرُ شَيْءٌ“

”کوئی ذات بھی کسی دوسرے کے گناہ برداشت نہیں کرے گی اور انسان کے حصے میں صرف وہی کچھ ہے جس کی اس نے محنت کی۔ یعنی کرنیک کام کیا کسی دوسرے کی نیکی سے اسے کچھ نہ ملے گا۔“
اور امام شوکانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-
”وَالْمَعْنَى لَيْسَ لَهُ إِلَّا أَجْرُ سَعْيِهِ وَجَزَاءُ“

عَلَيْهِمْ وَلَا يَنْفَعُ أَحَدًا عَمَلٌ أَحَدٌ ۝

”اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو صرف اپنی محنت کا اجر ملے گا۔ اپنے ہی عمل کی جزا اور کسی کا عمل کسی دوسرے کو فائدہ نہیں دے گا۔“

اور یہی آیت کریمہ (وَكَأَن لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى) امام شافعی رحمہ اللہ کی اس مسئلہ پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ جس کا تذکرہ ابتداء بحث میں گزر چکا ہے۔ واضح رہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہر لحاظ سے مسلم ہے جیسا کہ اہل السنۃ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے مندرجہ ذیل قول سے واضح ہے۔

”امام شافعی چار چیزوں کے فلاسفر تھے، لغت، اختلاف الناس، علم معانی اور فقہ ۱؎

اور یہ آیت عام ہے اور حکم بھی واضح ہے کہ کسی کا عمل کسی دوسرے کو کام نہیں آسکتا، جب تک اس کا اپنا عمل یا کوشش نہ ہو۔ متعدد دیگر آیات سے بھی یہی مفہوم واضح اور روشن ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

”وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَزِرَةً

وَزْرًا ۝

”ہر نفس نے جو عمل کیا وہ اس پر ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“

۱؎ فتح القدیر جلد ۵ ص ۱۱۱ یہی مفہوم فتح البیان جلد ۹ ص ۱۴ میں ہے۔

۲؎ معرفۃ السنن والآثار جلد ۱ ص ۲۲ - قلمی۔

۳؎ حدیث الاغنام - آیت ۱۱۵۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:-
 ”أَيُّ لَا يُؤْخَذُ سِوَاهَا بِعَمَلِهَا وَقِيلَ الْمَعْنَى إِلَّا عَلَيْهَا عِقَابُ
 مَعْصِيَتِهَا وَلَهَا ثَوَابُ طَاعَتِهَا“ ۱۷ علامہ مراغی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-
 وَالْخُلَاصَةُ أَنَّ الدِّينَ أَرْشَدَنَا أَنَّ نَجْدِي عَلَى مَا
 أَوْعَدْتُهُ الْفِطْرَةَ فِي النُّفُوسِ مِنْ أَنَّ سَعَادَةَ النَّاسِ وَشِقَاقَهُمْ
 فِي الدُّنْيَا بِأَعْمَالِهِمْ وَالْعَمَلُ يُؤَثِّرُ فِي النَّفْسِ التَّأْثِيرَ الَّذِي
 يُذَكِّرُهَا إِنْ كَانَ صَالِحًا أَوْ التَّأْثِيرَ الَّذِي يُدَسِّسُهَا وَيُفْسِدُهَا
 إِنْ كَانَ مُسِيئًا وَالْحَبَاءُ مَبْنِيٌّ عَلَى هَذَا التَّأْثِيرِ فَلَا يَنْتَفِعُ
 أَحَدٌ وَلَا يَتَضَرَّرُ بِعَمَلٍ غَيْرِهِ“ ۱۸

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:-

” دین نے ہماری اس بات کی طرف رہنمائی کی ہے کہ ہم حسب فطرت
 عمل کریں۔ کیونکہ لوگوں کی سعادت و شقاوت ان کے عملوں پر منحصر ہے۔ اور
 عمل ہی نفس انسان میں ایسی تاثیر پیدا کرتا ہے جس سے وہ پاک ہو سکے بشرطیکہ
 وہ عمل نیک ہو اور اگر عمل برا ہو تو یہی نفس کو خراب بھی کرتا ہے اور جزا کا دار ۱۹
 اسی تاثیر پر مبنی ہے لہذا کوئی آدمی کسی دوسرے کے عمل سے نہ فائدہ اٹھاتا
 ہے اور نہ نقصان ۲۰

”تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَرَكَهَا مَا كَسَبَتْ“ ۲۱

۱۷ زاد المسیر جلد ۳ ص ۱۶۲

۱۸ تفسیر المراغی جلد ۸ ص ۹۲۔ یہی مفہوم تفسیر النار جلد ۸ ص ۲۴ میں بھی ہے۔

۱۹ سورت البقرة۔ آیت ۲۸

”یہ ایک امت تھی جو گزر گئی ان کے اعمال ان کے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ۔“

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-
”لَهَا عِنْدَ اللَّهِ مَا كَسَبَتْ مِنْ خَيْرٍ فِي أَيَّامِ حَيَاتِهَا وَعَلَيْهَا مَا كَسَبَتْ مِنْ شَرٍّ لَا يَنْفَعُهَا غَيْرُ مَالٍ أَحَدٍ لَهَا وَلَا يَضُرُّهَا إِلَّا سَيِّئُهَا۔“^۱

”اس نے جو اپنی دندگی میں نیک کام کیا اس کا اجر اس کے لیے ہے اور جو برائی کی اس کی ذمہ داری بھی اسی کے ذمے ہے۔ اسے صرف اپنے نیک عمل کا اجر ملے گا اور اپنے ہی بُرے اعمال نقصان دیں گے۔“
امام رازی فرماتے ہیں کہ:-

”يَدُلُّ عَلَى أَنَّ كَسْبَ كُلِّ أَحَدٍ يَخْتَصُّ بِهِ وَلَا يَنْتَفِعُ بِهِ غَيْرُهُ۔“^۲

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر آدمی کی محنت کا فائدہ اسی کو ہوگا۔ کوئی دوسرا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔
امام راعب نے فرمایا:-

”فَلَيْسَ لَكُمْ ثَوَابٌ فَعَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْكُمْ عِقَابٌ۔“^۳
و چنانچہ نہ تو تمہیں ان کے اعمال کا ثواب ملے گا اور نہ ہی ان کے کام کی سزا تمہیں مل سکتی ہے۔“

^۱ تفسیر ابن جریر جلد ۱ ص ۵۴

^۲ تفسیر الرازی جلد ۱ ص ۴۳۔ ^۳ تفسیر القاسمی جلد ۲ ص ۲۴۸

اور تفسیر نفی میں ہے:

أَمْ أَنْ أَحَدًا لَا يَنْفَعُهُ كَسْبُ غَيْرِهِ مُتَقَدِّمًا كَانَ أَوْ
مُتَأَخِّرًا فَمَا أَتَى أَوْ لَيْتَكَ لَا يَنْفَعُهُمْ إِلَّا مَا كَسَبُوا فَكَذَلِكَ
أَنْتُمْ لَا يَنْفَعُكُمْ إِلَّا مَا كَسَبْتُمْ وَذَلِكَ لِأَيِّ قَبِيحٍ أَبَدُوهُ
”یعنی کہ کسی دوسرے کا عمل فائدہ نہیں دے گا۔ خواہ وہ پہلے اُسے یا بعد
میں۔ اسی طرح ان کو فائدہ نہیں دیتا مگر جو کچھ انہوں نے کمایا۔ اسی طرح تمہیں
بھی صرف تمہارا اپنا کیا کام آئے گا۔ اسی لیے باپ دادا کی بنا پر کوئی فخر نہیں۔
امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ۱۔

بَيَانُ لِحَالِ تِلْكَ الْأُمَّةِ وَحَالِ الْمُخَاطَبِينَ بِأَنَّ لِكُلِّ مَنِ
الْفَرِيقَيْنِ كَسْبُهُ وَلَا يَنْفَعُهُ كَسْبُ غَيْرِهِ وَلَا يَنْتَهِ لَهُ مِنْهُ
شَيْءٌ وَلَا يَصُرُّهُ ذَنْبٌ غَيْرُهُ وَالْمُؤَادُّ انْكَرًا لَا تَنْتَفِعُونَ
بِحَسَنَتِهِمْ وَلَا تَتُخَذُونَ بِسَيِّئَاتِهِمْ

”یہ اس امت اور مخاطب امت کا حال ہے۔ ہر گروہ کے لیے اس کا اپنی
کمائی ہے، دوسرے کی محنت کا اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور نہ ہی اس
سے کوئی حصہ ملے گا اور نہ دوسرے کے گناہ سے اس کو نقصان ہوگا۔ ان
کا مفہوم یہ ہے کہ نہ تمہیں ان کی نیکیوں سے فائدہ ہوگا اور نہ ہی ان کے
گناہوں کی وجہ سے تمہیں پکڑ ہوگی۔“

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:-

أَفَادَتْ أَنْ أَحَدًا لَا يَنْفَعُهُ كَسْبُ أَحَدٍ بَلْ هُوَ مُخْتَصٌّ

۴۰

يَا اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَنُفْسُكَ

”اس کا معنی ہے کہ کسی کو دوسرے کی کمائی کا فائدہ نہ ہو گا بلکہ وہ اس کے ساتھ خاص ہے۔ اگر نیک کام کیا تو نتیجہ بھی نیک اور اگر بُرا کام کیا تو نتیجہ بھی بُرا۔“

۳۔ قَالَ حَلَّ ثَنَاءُكَ: ”وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا نَنْفِكُ عَنْهُ“
”اور جو کچھ تم بھلائی (مال) سے خرچ کرو پس تمہاری جانوں کے لیے نفع اور فائدہ ہے۔“

امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:-
نَفَقُوا لَا نَفْسُكُمْ لَا يَنْتَفِعُ بِهِ غَيْرُكُمْ“
”اس کا ثواب تمہارے لیے ہے کسی دوسرے کے لیے نہیں۔“
”وَهَكَذَا فِي الْبَيْضَادِي ص ۱۲۱ وَالْحَبَل ص ۲۲۵ وَالْحَالُ“
”مَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ (مَالٍ) فَلَا نَفْسُكُمْ عَوْدُهُ لَهَا لَا لِمَا عَدَاهَا“
”تم بہتر مال سے جو خرچ کرو گے اس کا فائدہ صرف تمہیں ملے گا کسی دوسرے کو نہیں۔“

۴۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنَّا لَا نَفْسُكُمْ وَاِنْ اَسَاؤُكُمْ فَلَهَا
”اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنی جانوں کے لیے بھلائی کرو گے اور اگر بُرائی کرو گے تو وہ بھی انہیں کے واسطے ہے۔“

امام بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

”فتح القدير جلد ۱ ص ۱۲۶، ۱۲۷ سورت البقرة، آیت ۲۷۱“

”تفسیر النسفی جلد ۱ ص ۱۳۶۔ یہی مفہوم تفسیر بیضاوی ص ۱۲۶۔ تفسیر الجبل جلد ۱

ص ۱۲۵ میں موجود ہے۔ ”تفسیر الفیض ص ۱۲۷ سورت الاسراء، آیت ۷۔“

”لَا تَكُونُوا مِمَّنْ تَنْتَفِعُونَ بِفِعْلِكُمْ مَا تَفْعَلُونَ مِنْ ذَلِكَ
الْأَنفُسُ كُفْرِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ ۱۷
”اس لیے کہ جو کام بھی تم خود کرو گے دنیا اور آخرت میں اس سے خود ہی
فائدہ اٹھاؤ گے“

الامام القزلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
”أَيُّ نَفْعٍ إِحْسَانِيكُمْ عَابِدٌ عَلَيْكُمْ“ ۱۸
”تمہاری نیکی کا بدلہ تمہاری طرف ہی ملے گا۔“
امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-
”أَيُّ عَاقِبَةِ الطَّاعَةِ لَكُمْ“ ۱۹
اطاعت کا انجام تمہارے حق میں بہتر ہے۔
صاحب خازن فرماتے ہیں کہ:-

”يَعْنِي لَهَا ثَوَابُهَا وَجَزَاءُ حَسَنَاتِهَا“ ۲۰
”ہر ذات کو اس کی نیکیوں کا ثواب ملے گا۔“
اور امام النسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

”وَالصَّحِيحُ أَنَّهَا عَلَى بَابِهَا إِنَّ اللَّهَ يُخَصِّصُ
وَالْعَامِلُ مُخْتَصٌّ بِجَزَاءِ عَمَلِهِ حَسَنَةً كَانَتْ أَوْ سَيِّئَةً
يَعْنِي أَنَّ الْإِحْسَانَ وَالْإِسَاءَةَ كُلَاهُمَا مُخْتَصٌّ بِأَنفُسِكُمْ

۱۷ تفسیر ابن جریر جلد ۱ ص ۲۷

۱۸ احکام القرآن للقرطبی جلد ۱۰ ص ۲۱۰۔ یہی رائے امام شوکانی نے جلد ۲ ص ۴۴ میں بیان کی ہے۔

۱۹ زاد المبیر جلد ۵۔ ص ۷۱، ۷۲ تفسیر خازن جلد ۲۔ ص ۳۵

لَا يَتَعَدَّى النَّفْعُ وَالضَّرَرُ إِلَى غَيْرِ كُفْرِهِ

”یہ صحیح یہی ہے کہ یہاں لام اپنے اصل معنی میں استعمال ہوا ہے اس لیے کہ لام میں خاص کر دینے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ یعنی کام کرنے والے کو ہی اس کی جزاء ملے گی خواہ کام نیک ہو یا بُرا۔ یعنی بُرائی اور اچھائی تمہارے ہی لیے ہے اس کا نفع یا نقصان کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔“

۵۔ ”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا“
”جو کوئی اچھا کام کرتا ہے۔ وہ اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے۔ اور جو کوئی بُرا کام کرتا ہے اس کا وبال اسی پر ہوگا۔“

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

”فَلِنَفْسِهِ عَمِلَ ذَلِكَ الصَّالِحُ مِنَ الْعَمَلِ وَطَلَبَ خَلَامَهَا
مِنْ عَذَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَأَطَاعَ رَبَّهُ لَا لِغَيْرِ ذَلِكَ لِأَنَّهُ لَا يَنْفَعُ
ذَلِكَ غَيْرَهُ... وَكَوَيْضُ أَحَدٍ سِوَى نَفْسِهِ“

”اس نے اپنی ذات کی خاطر یہ نیک عمل کیا۔ اور اللہ کے عذاب سے نجات چاہی۔ اور اپنے رب کی اطاعت کی۔ کسی اور مقصد کے لیے نہیں بلکہ صرف اپنے مقصد کی خاطر۔۔۔ اور اپنے سوا کسی دوسرے کا نقصان نہیں کر سکتا۔“

امام الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

۱۔ تفسیر النبی جلد ۳ ص ۴۷۔ یہی مفہوم تفسیر المجل جلد ۲ ص ۶۳ میں ہے۔

۲۔ المجاہد آیت ۱۵، ۳۔ تفسیر ابن جریر جلد ۲ ص ۱۴۵

۴۔ فتح القدیر جلد ۲ ص ۵

۴۳

فَقُتِبَ ذَٰلِكَ رَاجِعًا إِلَيْهِ وَنَفَعَهُ خَاطِرُ يَٰمُ وَمَنْ أَسَاءَ
فَعَلَيْهَا أَىٰ عِقَابٍ إِسَاءَتِهِ عَلَيْهِ لَا عَلَىٰ غَيْرِهِ ۝

» اس کا ثواب بھی اسی کی طرف پلٹے گا اس کا فائدہ بھی اسی کو پہنچے گا۔ اور جو بُرا کام کرے تو اس کا نقصان بھی اسی کو ہوگا۔ یعنی بُرائی کی سزا بھی خدا اسی کو ملے گی کسی دوسرے کو نہیں ۱۰

ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ہر عامل کا عمل جزا و عذاب ہو یا بُرا۔ اس کا بدلہ اس کے اپنے لیے ہے۔ یہ عام اور جنرل قانون ہے کہ اگر کسی آیت یا صحیح حدیث میں کسی چیز کے نفع پہنچنے کا ذکر ہے۔ تو وہ اس عموم سے خاص سمجھا جائے گا اور یہ محدثین و فقہاء کا اصول ہے۔ بشرطیکہ وہ حدیث صحیح ہو۔

امام القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ۱۱:

» اتَّفَقُوا عَلَىٰ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ تَخْصِيصُهُ رِكَابَ اللَّهِ
بِحَدِيثٍ ضَعِيفٍ ۱۲

» اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کی تخصیص ضعیف حدیث سے جائز نہیں ۱۳

ہاں اگر حدیث صحیح ہے تو وہ حکم اس عام حکم سے مخصوص سمجھا جائے گا
امام الشوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ۱۴:

» وَالْمَعْنَىٰ لَيْسَ لَهُ إِلَّا أَجْرُ سَخِيهِ وَجَزَاءُ عَمَلِهِ وَلَا يَنْفَعُ

۱۰ احکام القرآن للقرطبی جلد ۲ ص ۲

۱۱ فتح القدیر للشوکانی جلد ۵ ص ۱۱۱

وَالْبَعْنَى لَيْسَ لَهُ إِلَّا الْجُودُ سَعْيِهِ وَجَزَاءُ عَمَلِهِ وَلَا يَنْفَعُ أَحَدًا
عَمَلُ أَحَدٍ وَهَذَا الْعُمُومُ مَخْصُوصٌ بِمِثْلِ قَوْلِهِ تَعَالَى وَالْعَقَنَاءُ يَوْمُ
ذُرِّيَّتِهِمْ وَيَبْشُلُ مَا وَرَدَ فِي شِفَاعَةِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْهَلَاكَةِ لِلْعِبَادِ وَشُرُوعِيَّةِ
دَعَا الْأَحْيَاءِ لِلْأَمْوَاتِ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَلَوْ يُصِيبُ مَنْ قَالَ إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ
مَنْسُوخَةٌ بِمِثْلِ هَذِهِ الْأُمُورِ فَإِنَّ الْخَاصَّ لَا يَنْسُخُ الْعَامُ بَلْ يَخْصُّهُ
فَكُلُّ مَا قَامَ الدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الْإِنْسَانَ يَلْتَفِعُ بِهِ هُوَ مِنْ غَيْرِ سَعْيِهِ كَانَ
مُخَصَّصًا لِمَا فِي هَذِهِ الْآيَةِ مِنَ الْعُمُومِ لَهُ وَهَكَذَا قَالَ النَّوَابِ
صَدِيقُ حَسَنِ خَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ ۞

» اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو صرف اپنی محنت و کوشش کا صلہ ملے گا
اور اپنے کام کی جزاء ملے گی۔ کوئی کسی دوسرے کے کام سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا
یہ عموم اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ مخصوص ہے اور ہم نے ان کے بچوں
کو بھی ان سے ملادیا، اور اسی طرح جو انبیاء اور ملائکہ کی بندوں کے حق میں
سفارش ہے اور زندوں کا مردوں کے حق میں دعا کرنے کا حکم ہے۔ اس آدمی
کی بات درست نہیں جو یہ کہے کہ ان امور کی وجہ سے یہ آیت منسوخ ہو چکی
ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خاص عام کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ بلکہ خاص کو دیتا ہے
جس جگہ بھی یہ بات ثابت ہو جائے کہ انسان کسی دوسرے کے کام سے فائدہ
اٹھاتا ہے تو وہ اس عام آیت سے مخصوص ہوگا۔ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ
کی بھی یہی رائے ہے۔

یعنی اصل عام حکم منع کے لیے آیا ہے اور جس عمل کے لیے دلیل آجائے

گی اس کو اس عام سے خاص کیا جائے گا۔ اور اگر دلیل نہیں ہوگی تو تخصیص نہیں کی جاسکتی۔ اسی قاعدے کی بناء پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ د

لَا تَأْتِي الْأَصْلَ عَدَمُ النِّيَابَةِ فِي الْعِبَادَةِ الْبَدَنِيَّةِ وَلَا تَأْتِي عِبَادَةُ لَا تَدْخُلُهَا النِّيَابَةُ فِي الْحَيَاةِ فَكَذَلِكَ فِي الْمَوْتِ إِلَّا مَا وَرَدَ الدَّلِيلُ نِقْصُودُ عَلَى مَا وَرَدَ فِيهِ وَيَبْقَى الْبَاقِي عَلَى الْأَصْلِ وَهَذَا هُوَ الزَّاجِعُ ۝

” اصل اور قاعدہ تو یہی ہے کہ بدنی عبادت میں نیابت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ یہ ایسی عبادت ہے جس کی زندگی میں نیابت نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح موت کے بعد بھی۔ الا یہ کہ دلیل آجائے۔ اور جس قدر دلیل ہوگی وہاں تک معاملہ رہے گا۔ اور باقی اپنے اصل پر رہے گا۔ اور یہی طریقہ راجح ہے۔“
اس قاعدہ کی بناء پر فیصلہ یہ رہا کہ چونکہ اس عمل (قرآن خوانی) کا کسی آیت یا حدیث سے ثبوت نہیں ملتا ہے۔ لہذا اس عموم کے تحت رہے گا اور اس کا کرنا ناجائز اور قوانین الہیہ کے تحت ناممکن سمجھا جائے گا۔ اور جو اس کے قائل ہیں ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ کسی صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا عمل کیا یا بتلایا ہے۔ ورنہ ان کی بات بلا دلیل ہوگی اور شریعت کا کوئی حکم بلا دلیل ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

جو حدیث امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے جس میں تین کاموں (اولاد کی دعا، صدقہ جاریہ اور علم کا ذکر ہے)۔ وہ کام بھی حقیقت میں اس کے

اپنے کب و عمل کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور اشیاء بھی احادیث میں مذکور ہیں جن کو جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے نظم کیا ہے۔ فرمایا:

إِذَا مَا تَابَ ابْنُ آدَمَ لَيْسَ يَجُوزُ عَلَيْهِ مِنْ أَعْمَالٍ غَيْرُ عَشْرِ
عُلُومُ بَنِيهَا وَدُعَاءُ نَجْلِ دَعْوَى النَّخْلِ وَالصَّدَقَاتِ تَجْوِزُ
وَرِثَةُ مُصْحَفٍ وَرَبَاطُ تَعْرِ حَقْرِ الْبِرِّ أَوْ إِجْرَاءُ نَهْرٍ
وَبَيْتُ الْمُغْرِبِ بَنَاءُ يَأْوِي إِلَيْهِ أَوْ بِنَاءُ فَحْلٍ ذَكَرُ
وَزَادَ أَيْضًا قَالَ

و تعلیم و لقمان کریم فخذها من احادیث بحضر
”جب انسان مرجاتا ہے تو دس کاموں کے علاوہ کسی کام کا اجر ملنا نہیں رہتا۔ علم پھیلایا ہو، اولاد کی دعا ہو، دسائے کے لیے، درخت لگائے ہوں، قرآن کے نسخے میراث میں ہوں، اور گنواں کھودا ہو یا نہر جاری کی ہو اور مسافر کے لیے رہائش گاہ بنائی ہو۔ یا ذکر اذکار کے لیے جگہ (مسجد وغیرہ) بنائی ہو۔ اور ایک دوسرے شعر میں فرمایا:

اور قرآن کی تعلیم دی ہو۔ بس یہی کام حدیث سے ثابت ہیں۔ ان گیارہ اشیاء پر سیوطی رحمہ اللہ نے حصر کا حکم لگایا ہے اور یہ سب دراصل اس کے اپنے اعمال و سعی ہے۔ اس طرح حدیث کے الفاظ ”انقطع عملہ“ بھی اس کا تقاضا کرتے ہیں کہ بادل صریح محمول سے کسی امر کو خاص نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغور مطالعے سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ انسان کو صرف اپنا عمل ہی فائدہ دے سکتا ہے اور وہی

نجات کا سبب بن سکتا ہے۔

زندگی بھر قرآن و حدیث کی بے لوث خدمت کرنے والے مفسرین و محدثین کرام رحمہم اللہ کے اقوال نے اس بات کو مزید واضح کر دیا ہے۔

لہذا، دوسروں کی کمائی ہوئی نیکیوں پر بے جا بھروسہ کرنے کی بجائے انسان خود اپنی نجات کی خاطر عمل کرے اور زندگی کے آخری لمحے تک پورے غلوصل کے ساتھ نیکیوں کے انبار جمع کرنے کی فکر میں رہے۔ اور خاص طور پر ایسے اعمال پر توجہ دے جو اس کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں تاکہ نیکیوں کا یہ سلسلہ قائم رہے اور تاقیامت اس کے حساب میں نیکیاں جمع ہوتی رہیں۔ ایسے سدا بہار اور زندہ رہنے والے کاموں کا تذکرہ حدیث میں موجود ہے۔

انبیاء و رسل کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مقرب بندے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگیوں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ احکام کو پورا کرنے میں گزار دیں اور کسی کام کو از خود ایجاد کر کے دین کا حصہ نہیں بنایا کیونکہ یہی راستہ ہر خطرے سے خالی ہے۔ لہذا ہمیں بھی انہی کے طرز عمل کو اپناتے ہوئے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگانا چاہیئے اور ہر طرح کی بدعات سے دور رہنا چاہیئے

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب اللہ
وصلی اللہ علی النبی وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعہم باحسان
الی یوم الدین۔ واجعلنا معہم یارب العالمین۔ آمین